السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

قربانی کرنا افادیت کا واہم ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بعض لوگ آپ کو اور ملیں گے جو یورپ کی پھیلائی ہوئی افادیت پرستی جن کے روحانی حاسہ کو کھا گئی ہے۔ انہیں آپ کہتا ہوا پائیں گے کہ آخر یہ قربانی سے مکیا فائدہ ہے؟ ثواب ہی مطلوب ہے تو اتنا روپیہ انفرادی طور پر خیرات کر دیجئے یا کسی اجتماعی نظم کے تحت غریبوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیجیے، اس سے تو سوائے اس کے کہ دو چار وقت آپ خود اور غربا اناپ شناپ گوشت خوری کر لیں اور ایک خواہ مخواہ کی بہیمیت کا مظاہرہ ہو جائے اور کچھ نہیں! بھلا اللہ کو اس خون ریزی سے کیا لینا ہے کہ یہ اس کی رضا مندی کا ذریعہ بنے؟ اس کے نام پر کسی کو سلیقہ سے فائدہ پہنچائیے تو ثواب کی بات بھی ہے

یہ مسلمان کہلانے والے سب وہ لوگ ہوں گے جو گوشت خوری میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں مگر اپنی گوشت خوری اور اس کے لیے جانوروں کے ذبیحہ پر بہیمیت کا خیال کبھی نہیں آتا۔ ان کی ساری رحم دلی اور لطیف الحسی سال بھی میں صرف اسی ایک دن پھڑکتی ہے۔ جب جانوں کا ذبیحہ خود ان کے خالق کے نام پر کیا جاتا ہے۔

به بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ اس خونریزی میں ثواب کا کیا کام؟ اس سے اللہ تعالیٰ کو کیا لینا؟ تو انہیں معلوم نہیں کہ یہ کوئی خاص عقلی انکشاف نہیں فرما رہے ہیں کہ اس سے قرآنی کی عادت سمجھنے والے مبہوث تو کر رہ جائیں۔ یہ بات جو وہ آج بڑے عقلی طنطنے کے ساتھ کہتے ہیں خدا نے اس دن صاف صاف بتا دی تھی جس دن قربانی کا حکم دیا تھا۔ سورۃ الحج ہے جس میں قربانی کا بڑے شدومد کے ساتھ مطالبہ ہے اسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حقیقت کا اظہار بھی ہے:

لَن يَنالَ اللَّهَ لُحومُها وَلا دِماؤُها وَلـٰكِن يَنالُهُ التَّقوىٰ مِنكُم ... ٣٧ ... الحج

''خدا کو ہر گز ہر گز نہ تمہاری ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون اس کے حضور صرف تمہارے دل کا جذبہ اطاعت و نیاز مندی پہنچتا ہے۔

یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کی ایک ہی آیت کسی زمانہ میں ایک سمت کی گمراہی کا استیصال کرتی ہے تو دوسرے زمانہ میں اس کی بالکل مقابل سمت کی گمراہی کا توڑ بھی اسی طرح کرتی ہے کہ معلوم ہو صرف اسی گمراہی کے سدباب کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین عرب قربانیوں کا گوشت اور خون خانہ کعبہ کی دیوار پر لگاتے اور چمٹاتے۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کو پہنچاتے تھے۔ بعض مومنین کو بھی یہی خیال پیدا ہوا تو آیت نازل ہوئی۔ آج بات الٹ گئی ہے کہ لوگ لَن يَنالَ اللَّهَ لُحومُها وَلا دِماؤُها

کہہ کر مسلمانوں کو قربانی سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہی آیت انہیں جواب دے رہی ہے کہ تم یہ کون سی نئی بات بتا رہے ہو، یہ تو اللہ نے خود ہی بتا دی تھی اور اس کے باوجود قربانی کا حکم دیا تھا۔

تو یہ کوئی ایسا انکشاف نہیں فرما رہے ہیں کہ قربانی کرنے والے سوچنے لگے کہ ہم کیا بے کار کام کر رہے ہیں؟ اور (حاکم بدہن) خدا کو نظر ثانی کرنی پڑے کہ اس نے کیا بے فائدہ کام کا حکم دے دیا۔ قُل أَتُنَبِّـٔونَ اللَّهَ بِما لا يَعلَمُ ... ١٨ ... یونس

''آپ کہئے کہ کیا تم کوئی ایسی خبر اللہ کو دے رہے ہو جس کا اسے پتہ نہیں تھا۔''

اس حقیقت کا اسے اس وقت علم تھا، جب ہمارے اور ان اہل خرد کے (ابو الاباء بَينَ الماءِ وَالطّينِ) تھے۔ مگر پھر بھی اس نے قربانی کا حکم دیا، جس کی حکمت کی طرف سورہ حج کی اسی آیت کے آخری الفاظ (وَلـٰكِن يَنالُهُ التَّقوىٰ مِنكُم) الحج: 37) میں ارشاد بھی کر دیا گیا ہے۔ جس کو یہ اہل خرد از خود نہیں سمجھ سکتے تھے، اس حکمت کی تشریح ہم آگے کریں گے۔

تیسری بات اسی دوسری بات پر بنیاد رکھ کر یہ لوگ صدقہ و خیرات کی کہتے ہیں۔ مگر یہاں بھی سارے ادعا عقل کے باوجود یہ لوگ عقل سے اتنا کام نہیں لیتے کہ قرآن کا خدا کیا صدقہ و خیرات سے نا آشنا تھا کہ اس نے صدقہ و خیرات جیسی معقول نیکی کی بجائے قربانی جیسی معاذ اللہ نا معقول نیکی کا حکم دے مارا۔ کیا ان مسکینوں کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن میں صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم کا کیا مقام ہے اور کس قدر کثرت کے ساتھ اس تعلیم کا اعادہ کیا گیا ہے، پھر جب کہ یہ معلوم ہے کہ جس خدا نے قربانی کا حکم دیا ہے وہ نہ صرف صدقہ و خیرات سے بھی آشنا ہے بلکہ اس کی نظر میں اس کا عظیم مقام ہے اور یہ حقیقت بھی نہ صرف اس پر کھلی ہوئی ہے بلکہ اس نے دوسروں پر بھی کھول دی ہے کہ قربانی کے گوشت پوست سے اللہ کو کچھ نہیں لینا۔ تو کم از کم کسی صاحب عقل کو یہ مشورہ دینے میں جلدی تو نہیں کرنی چاہیے کہ قربانی کے بجائے صدقہ و خیرات کا حکم ہونا چاہیے تھا۔ قربانی میں تو بجز اضاعت مال کے اور کچھ نہیں۔

اوریہ بہیمیت اوراضاعت مال کا الزام

جہاں تک بہیمیت یا اس سے ملتے جلتے الفاظ سے قربانی کی رسم کو تعبیر کرکے اعتراض پیدا کرنے کا تعلق ہے ، ہم نے اوپر اس کے جواب میں جوچند جملے کہے ہیں ۔ ان کی نوعیت اگرچہ الزامی ہے ، مگر انہی میں اصل جواب بھی پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حالل چوپایوں کا جب انسان اپنے ذائقہ اور اپنی ضرورت کےلیے خون بہاتا ہے اور اللہ نے ان چوپایوں میں دوسرے منافع کے ساتھ ساتھ ایک منفعت یہ بھی رکھی ہے تو پھر یہ بڑی ناانصافی اور احسان فراموشی کی بات ہے کہ جس نے ان چوپایوں کو وجود بخشا اس کے نام پر ان کو ذبح کرتے ہوئے آپ کو بہیمیت اور وحشت و بربریت کا تصور آنے لگے حالانکہ اس صورت میں بھی وہ ے پ کے اور آپ کے دوسرے بھائیوں کے کھانے ہی کے کام آتے ہیں ۔ کوئی بے کار نہیں جاتے ۔ ان کی کھالیں اوران کا اون الگ کتنے ہی دوسرے منافع کا باعث بنتا ہے اور یہ سب خدا ہی کے اذان و حکم سے ہوتا ہے ۔ اسے خود یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے نام پر ذبح کی ہوئی چیز بے کار جائے ۔ چنانچہ یہ آیت (لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا) (الحج : 37

مشرکین جاہلیت کے اسی غلط اعتقاد اور غلط طرز عمل کی تردید میں نازل ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کی ہوئی چیز کا گوشت پوست بھی اللہ ہی کےلیے چھوڑ کر بے کار کرتے تھے ۔ اللہ نے اس کو جہالت کی بات ٹھہرایا اور اجازت دی کہ گوشت کھایا جائے ، غریبوں کو کھلایا جائے اور پوست امور خیر میں صرف کیا جائے اس کے بعد تو قربانی کو بہیمیت اور وحشیانہ فعل کا نام دینا اور بھی غلط ہو جاتا ہے ، اسی لیے کہ اب اس ذبیحہ میں اور ہمارے روزمرہ کے ذبیحوں میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف ایک اعلیٰ نیت اور مصارف خیر کے حصہ کا ۔

اسی جوزاب سے اضاعت مال والے اعتراض کی بے بنیادی بھی پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے ۔ اب صرف یہ اعتراض کسی سطح میں اور ظاہر پرست کے ذہن میں رہ سکتا ہے کہ جتنا روپیہ مجموعی اعتبار سے قربانی پر صرف ہوتا ہے اگر یہ روپیہ انفرادی صدقات وخیرات یا کسی اجتماعی نظم کے تحت ناداروں اور مستحق اداروں کی فلاح و بہبود میں خرچ کیا جائے تو اس قربانی کی نسبت بہت عظیم اور دوررس فوائد پیدا ہو سکتے ہیں ۔ مگر کہ عرض کیا گیا یہ اعتراض یورپ کی پھیلائی ہوئی اس افادیت پرستی کا تیجہ ہے جس کے مسلط ہو جانے کے بعد آدمی کی نظر میں انسانی اعمال کی قدروقیمت کا واحد پیمانہ مادی اور ظاہری افادیت بن جاتی ہے اور وہ حاسہ انسانی کھو بیٹھتا ہے جس سے دینی اعمال کی بنیادی قدروقیمت محسوس کی جاتی ہے اور اعمال دینیہ کے اسرار کھلتے ہیں ۔

افادیت پرستی کے مارے ہوئے یہ لوگ نقد صدقات وخیرات کو اس لیے معقول نیکی سمجھتے ہیں کہ اس سے بڑے پیمانہ کی اور پائیدار مادی فلاح و بہبود پیدا ہوتی ہے ، یا ہو سکتی ہے اور قربانی کی نیکی اس لیے ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے کسی بڑے اور دوررس مادی فائدے کا ظہور نہیں ہوتا ۔ حالانکہ غربا کی مادی افادیت کی ایک دینی قدروقیمت کے ساتھ صدقہ وخیرات کے نیکی ہونے اور اس میں دینی قدروقیمت پیدا ہونے کی اصل بنیاد بالکل یہ نہیں ہے کہ اس سے کوئی چھوٹے یا بڑے یا بڑے مادی فوائد غربا و مستحقین کےلیے پیدا ہوتے ہیں ۔ صدقہ وخیرات کی شکل میں دینی قیمت پیدا کرنے والی اور اس ایک دینی نیکی بنانے والی چیز رضائے الہی کی نیت اور دینے والے کا جذبہ و احساس ہے کہ یہ میرے مال کے مالک حقیقی کا حق تھا جو میں ادا کر رہا ہوں ۔

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اصل بات کو سمجھئے کہ نقد صدقہ وخیرات کی بے شک ایک دینی قیمت ہے اور بہت بڑی ہے مگر

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

قربانی کی جو خاص بات ہے وہ اس میں نہیں ہے ۔ اس سے مال (سیم وزر) کا حق خداوندی ادا ہوتا ہے ۔ اس حقیقت کی یاددہانی ہوتی ہے کہ یہ اسی کی عطا و عنایت ہے ، اس سے جذبہ شکر ابھرتا ہے اور اس طرح رشتہ عبدیت و معبودیت مضبوط ہوتا ہے ۔ مگر اللہ کی عطا صرف سیم وزر ہی تک تو محدود نہیں ہے ۔ اس نے کتنے ہی انواع کے چوپایوں کی صورت میں بھی تو منافع کا ایک خزانہ دے رکھا ہے جس سے انسان دن رات متمتع ہوتا ہے دودھ پیتا ہے ، گوشت کھاتا ہے ، کھیتی باڑی کا کام لیتا ہے ، وغیرہ ذالک ، کیا اس جاندار عطا و عنایت میں خدا کا کوئی حق نہیں ہے ؟ اس پر اس میں جذبہ شکر نہیں ابھرنا چاہیے اور اس حقیقت کو یکسر فراموش کیے رہنا چاہیے کہ چوپایوں کی یہ منافع بھری دنیا کس کا فیض کرم ہے ؟ اور اس عظیم کرم کو رشتہ عبدیت کی مضبوطی میں سرے سے کام ہی نہ آنا چاہیے ؟ حالانکہ عبدیت و معبودیت کا تمام تر رشتہ انہی کرم ہائے گوناگوں پر استوار ہے ۔

قربانی یہی کام انجام دیتی ہے ۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے :

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ٣٤ ... الحج

’’اور ہر امت میں ہم نے قربانی کا طریقہ رکھا ہے ۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کی اس عنایت پر اس کا نام لینے کی توفیق ملے جو اس نے مویشیوں کی صورت میں فرما رکھی ہے ۔ ‘‘

ان سب اموال سے بڑھ کر انسان پر اللہ کی سب سے بڑی عنایت خود اس کی جان ہے مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے اس جان کا نذرانہ ان دوسرے جانداروں کی جان کی طرح طلب نہیں کیا ۔ لیکن اسلام میں قربانی کی بات جہاں سے چلی ہے یعنی سیدنا ابراہیم واسماعیل (علیہم السلام) کا واقعہ ، وہ سوچنے والوں کو اس بات کا کھلا اشارہ دیتا ہے کہ قربانی کے حکم میں جہاں یہ حکمت تھی کہ مویشیوں کی صورت میں اللہ کی زبردست عطا کا شکرانہ ادا ہو وہاں ان جانداروں کی قربانی میں یہ رمز بھی رکھ دیا گیا ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنی جان بھی اس طرح جان آفرین پر نذر کرنے کو تیار ہے ، مگر چونکہ اجازت نہیں ، اس لیے اس کے بدلہ میں ایک دوسری جان نذر کرتا ہوا وہ اپنے حقیقی جذبہ فدائیت کو بشکل مجاز پیش کرتا ہے ۔ اس طرح اس قربانی میں ایک عظیم عطا کا شکرانہ بھی ہے اور خود اپنی جان کا نذرانہ بھی اور یہ بات نقد صدقہ وخیرات سے کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی ۔

جب کہ اللہ سے رشتہ عبدیت کی درستی اور مضبوطی کےلیے اس خانہ کا بھرنا صدقہ وخیرات والے خانہ کے بھرنے سے کسی طرح کم ضروری نہیں ، بلکہ کچھ زیادہ ہی ضروری نظر آتا ہے ۔ (بشکریہ الفرقان لکھنؤ) ماخوذ ہفت روزہ الاعتصام لاہور

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص606

محدث فتویٰ